RAHAT-UL-QULOOB
Bi-Annual, Trilingual (Arabic, English, Urdu) ISSN: (P) 2025-5021. (E) 2521-2869
Project of **RAHATULQULOOB RESEARCH ACADEMY,**
Jamiat road, Khiljiabad, near Pak-Turk School, link Spini road, Quetta, Pakistan.
Website: www.rahatulquloob.com
Approved by Higher Education Commission Pakistan
Indexing: » Australian Islamic Library, IRI (AIOU), Tahqeeqat, Asian Research Index, Crossref, Euro pub, MIAR, ISI, SIS.

TOPIC

عصر حاضر میں اسلام کے تصور ولایت کی اہمیت وضرورت

The importance and need of guardianship in Islam in contemporary time

AUTHORS

1. *Dr. Ambreen Atiq, Research Scholar, Department of Islamic Learning, University of Karachi. Email: ambreen_atiq@hotmail.com orcid id: https://orcid.org/0000-0002-4828-6701*
2. *Dr. Abu Sufyan Qazi Furqan Ahmad, Assistant Professor, Department of Islamic Studies, University of Gujrat. Email: qazi.furqan@uog.edu.pk orcid id: https://orcid.org/0000-0003-0621-0482*
3. *Dr. Khawaja Sai fur Rehman, S.S Islamic Studies, WWHSS, Lahore. Khawaja.saifurrehman@gmail.com https://orcid.org/0000-0002-5840-5188*

How to Cite: Atiq, Dr. Ambreen, Dr. Abu Sufyan Qazi Furqan Ahmad, and Dr. Khawaja Saif ur Rehman. 2021. "URDU: عصر حاضر میں اسلام کے تصور ولایت کی اہمیت وضرورت: The Importance and Need of Guardianship in Islam in Contemporary Time". *Rahatulquloob* 5 (1), 109-20. https://doi.org/10.51411/rahat.5.1.2021/338
URL: http://rahatulquloob.com/index.php/rahat/article/view/338
Vol. 5, No.1 || January–June 2021 || URDU-Page. 109-120
Published online: 04-03-2021

QR. Code

عصر حاضر میں اسلام کے تصور ولایت کی اہمیت وضرورت

The importance and need of guardianship in Island in contemporary time

[1]عنبرین عتیق، [2]ابوسفیان قاضی فرقان احمد، [3]خواجہ سیف الرحمٰن

ABSTRACT:

According to Islamic Jurisprudence, one of the most important requirements for a sound marriage is the total agreement of the woman under the guardianship of her father or any other mahram relative. In case of none, the ruler or the judge assume to be a guardian or Wali of a woman. A guardian or Wali is responsible for the selection of the righteous person for the woman and assures the protection and welfare of her Rights and interests. He has the authority to reject and refuse the proposal if the suitor did not deem a sound and sincere match. A marriage without a guardian is considered unlawful, as there is no concept of love affairs and courtship without a guardian in Islam. The guardian evaluates the religious, social and economic compatibility of the couple, while on the other hand a woman selects the spouse on physical attraction and romantic notion which vanishes out soon as the real life starts causing potential problems in relationship. That why Islam lays down principle and law of wilayat for a lady to protect her interests and rights and consider to be a shield and safeguard for her welfare in future marital life.

Keywords: Guardianship, marriage, Safeguard, Islamic Jurisprudence.

اللہ تعالی نے معاشرے کے قیام واستحکام کے لئے اصول وقوانین مرتب کئے ہیں، جن میں سے اہم ترین خاندان کا قیام اور اس کے ارکان کیلئے طے کردہ ضابطہ حیات ہے۔ اس ضابطہ حیات کے تحت انسان کو خاندان میں زندگی گزارنے کیلئے کچھ قوانین کی پاسداری کرنی پڑتی ہے۔ ان کی پابندی اور ادائیگی میں انسان کی معاشرتی فلاح وبہبود پوشیدہ ہے۔ اسلام کا تصور ولایت خاندانی نظم وضبط کی ایک کڑی ہے، جس کی رو سے خاندان کی خواتین اپنے صنفی معاملات میں پیشرفت کرنے کیلئے آزاد وخود مختار نہیں ہیں بلکہ وہ اس سلسلے میں اپنے والد اور دیگر محرم رشتوں کی اجازت کی پابند ہیں۔ عصر حاضر میں عموماوالدین کا کردار مظلومیت کا شکار ہے۔ والدین اپنے بچوں کی دنیابنانے میں مصروف عمل رہتے ہیں اور ان کی مذہبی واخلاقی تربیت سے ناآشنا رہتے ہیں۔ نتیجتا اولاد والدین سے اپنے سماجی ومعاشی حقوق توحاصل کرلیتی ہے لیکن اخلاقی وسماجی فرائض وذمہ داریوں سے نابلد رہتی ہے۔ اس ضمن میں اکثراعلی تعلیم یافتہ خواتین کا کردار نہایت منفی کردار کا حامل ہے۔ عصر حاضر میں لڑکیوں کی دنیاوی تعلیم کا تونہایت اہتمام کیاجانے لگاہے، والدین اپنے سارے وسائل بروئے کار لاتے ہوئے لڑکیوں کو ڈاکٹر، انجینیر اور دیگر فنون علم میں ماہر بنارہے ہیں لیکن ان میں دین کا فہم اور سمجھ بوجھ نہیں پیدا کی جارہی ہے۔ اسی دینی شعور کے فقدان کی بناپر عموما یہ لڑکیاں حقوق والدین میں کوتاہی برتتی ہیں۔ حقوق نسواں اور خود مختاری کی علمبر دار یہ اعلی تعلیم یافتہ لڑکیاں، اسلام کے اصولوں سے بغاوت اختیار کرتے ہوئے باپ کی ولایت سے انکاری ہیں۔ معاشرتی بے راہ روی کی شکار یہ لڑکیاں والدین کی عزت کو داؤ پر لگاتے ہوئے ان کا دل دکھانے، ان کو تکلیف دینے اور اذیت دینے میں اضافہ کرہی ہیں۔ ماں باپ کی برسوں کی محنت اور محبت کو قدموں تلے روندتے ہوئے اپنی آزاد زندگی گزارنے کا تصور نئ

تہذیب و تمدن کا المیہ ہے اور اسی بنا پر معاشرے میں رشتے ناطے اور ان سے وابستہ حقوق و فرائض اپنی اہمیت کھوتے چلے جارہے ہیں۔ مولانا صدر الدین اصلاحی لکھتے ہیں: "فرد کی معاشرتی آزادی جہاں اس حد کو پہنچی ہوئی ہو کہ نو عمر لڑکیاں تک بھی اپنی آئندہ زندگی کے معاملے میں مطلقاخود مختار ہوں۔ نہ مذہب کی کوئی ہدایت ان کے لئے واجب التسلیم ہو، نہ اپنے بزرگوں کے جذبات کو خاطر مدارت میں لانے کہ وہ مکلف ہوں، نہ ان کی بالغ نظر، دور اندیشی اور تجربہ کاری پر مبنی ان کے خیر خواہانہ مشوروں کو کوئی اہمیت دینا ہو حتی کہ اخلاق اور رسمی طور پر بھی ان سے رجوع کرنے کی کوئی ضرورت نہ ہو، وہاں یہ کیونکہ ممکن ہے کہ خون اور قرابت کے رشتے اپنی اہمیت اور معنویت کھوتے نہ چلے جائیں"۔ [1]

یہ عصر حاضر کا شاخسانہ ہے کہ لڑکیاں اسلام کے برخلاف اپنے صنفی معاملات کے بارے میں خود مختار اور ذمہ دار ہونے کی دعویدار بنتی جارہی ہیں اور عموما اس کا سبب تعلیم کے حصول کو ٹھہرایا جاتا ہے، جبکہ حقیقتا مذہب سے دوری اور ناآشنائی اور معاشرتی بے راہ روی لڑکیوں کے اس منفی عمل کو فروغ دے رہی ہے جس کی بنا عورت زمانہ قدیم میں وجوہ فساد تھی۔ قدیم زمانے ہی سے مرد وزن کے صنفی جذبات ومیلانات کی افراط و تفریط اس کائنات کے توازن کو متاثر کرتی رہی ہے۔ عورت اگر فطری طور پر اس معاملے میں، مرد کے مقابلے میں کم فہم، کمزور اور کم عقل تسلیم کی گئی، تو مرد نے بھی ہر دور میں ابوالہوسی کا مظاہرہ کرتے ہوئے عورت کو غلط راہ پر ڈالا۔ یہ بات بھی واضح ہے کہ قدیم زمانے سے ہی انسان فطری طور پر اپنے خاندان کی عزت و ناموس کی حفاظت کیلئے نہایت غیر تمند واقع ہوا ہے۔ دنیا میں فساد و انتشار کی ایک بڑی وجہ صنفی تعلقات کی افراط و تفریط تھی۔ زمانہ جاہلیت میں بھی اگرچہ مردوں نے عورت ذات پر ظلم و ستم کے پہاڑ توڑے ہوئے تھے لیکن وہ فطرتا بیٹی، بہن اور بیوی کے معاملے میں نہایت غیر تمند واقع ہوئے تھے اسی بنا پر وہ بعد کی ذلت و عار سے بچنے کیلئے بیٹی کو زندہ دفن کیا کرتے تھے۔ اپنی عورتوں کو زناکاری کے ارتکاب پر سنگین سزائیں دیا کرتے تھے۔ آج کے دور میں بھی لوگ بیٹی کے وجود کو ننگ و عار کا سبب گردانتے ہوئے بوجھ تصور کرتے ہیں۔ اسی لئے عورتوں کیلئے اسلام کے نافذ کردہ اصول و قوانین کو پس پشت ڈالتے ہوئے خود ساختہ سخت، جبر واستحصال پر مبنی قوانین مرتب کرتے ہیں اور ان کی شخصی اور انفرادی حیثیت کو پامال کرتے ہوئے ان کے ادائیگی حقوق سے مبینہ طور پر روگردانی کرتے ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ آج جدید دور میں بھی عورت ناانصافی اور ظلم و زیادتی کی چکی میں پس رہی ہے، لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ ایسی بہت سی جگہوں پر عورت باغیانہ مزاج اپناتے ہوئے مرد کی بالادستی اور حاکمیت سے فرار حاصل کر رہی ہے اور اپنے لئے اسلامی اصول وضوابط کے بجائے خود ساختہ نفسانی سرکشی کی روش اختیار کر رہی ہے۔ معاشرے کی ایک انتہا پر اگر عورت جبر واستحصال کی چکی میں پس رہی ہے اور رد عمل کے طور پر باغیانہ روش اختیار کر رہی ہے تو دوسری انتہا پر عورت آزادی نسواں کے جھنڈے تلے مرد کے شانہ بشانہ ہر میدان میں آگے بڑھ رہی ہے اور وقت گزرنے کے ساتھ مرد کی سرپرستی و نگرانی اور گھر کی محفوظ چار دیواری کی حدوں سے نکلے جارہی ہے اور معاشی خود مختاری کے بل بوتے پر زندگی کی دوسرے معاملات میں خود مختاری کی دعویدار بن رہی ہے جبکہ حقیقت یہ ہے کہ عورت ان دونوں انتہاؤں پر پہنچ کر بھی مرد کی سرپرستی، اور نگرانی سے منہ نہیں موڑ سکتی ہے۔ ساری صلاحیتوں اور خوبیوں سے متصف ہونے کے باوجود بھی عورت فطری طور پر مرد کے مقابلے میں کمزور و محتاج ہے اور مرد وزن کے مابین باہمی نزاعات و معاملات کے تمام افراط و تفریط کا حل اسلام کی متوازن تعلیمات میں چھپا ہوا ہے۔

دراصل معاشرتی اقدار ہی کسی بھی معاشرہ کی بنیادی اساس ہیں اور تہذیب واقدار کی اصل محافظ خواتین ہی ہیں کیوں کہ خاندان کی

تربیت اور نسلوں کی تراش خراش کی ذمہ داری خواتین پر منحصر ہے اور ہر تہذیب اور معاشرے کا بنیادی ستون عورت ہی ہے۔ اسلام نے عورت کو ماں، بہن، بیٹی اور بیوی کی حیثیت سے قابل فخر مقام و مرتبہ دیا ہے اور نسل نو کی تعمیر و تربیت اس کے سپرد کر کے اس کو کائنات کی معتبر ہستی بنا دیا۔ نسل انسانی کی تخلیق کا گراں بار فریضہ خواتین کے مقام بلند کی واضح دلیل ہے۔ قوموں کی تعمیر و ترقی کا تصور عورت کے موثر کردار کے بغیر ممکن نہیں کیوں کہ ماں کی گود کا نعم البدل نہیں اس لئے کہ خواتین اپنے فطری دائرہ کار میں رہتے ہوئے قوموں کی ترقی میں بہترین کردار ادا کرنے کی صلاحیت رکھتی ہیں چنانچہ کسی بھی معاشرے کی ترقی میں خواتین کا کردار نہایت اہم ہے۔ اگرچہ ماضی میں خواتین کو عدم تحفظ کے احساس، عائلی زندگی کے انتشار کا ڈر، علم کا فقدان، تربیت کی کمی، حق وراثت سے بے دخلی، ذاتی اختیار کی محرومی، مالی ناآسودگی اور صحت کے پیچیدہ اور دیگر گوناگوں مسائل کا سامنا رہا ہے لیکن مذکورہ امتیازی رویوں کے باوجود خواتین نے معاشرتی اقدار کا پاس رکھتے ہوئے معاشرہ کی بقاء کی جدوجہد جاری رکھی[2]۔ اسلام نے عورت کو معاشرے میں ایک واضح مقام و مرتبہ عطا کیا ہے اور ساتھ ہی اس کے حقوق و فرائض کو واضح کرتے ہوئے اس کے حقوق کی ادئیگی کی تاکید کی ہے۔ اسلام نے نہ صرف عورت کی حفاظت کے لئے گھر کی محفوظ چاردیواری فراہم کی، بلکہ اس کی عصمت وعفت کی حفاظت کے لئے بھی شرعی قوانین مرتب کئے۔ اسلام نے معاشرتی نظام کے ارتقاء اور نشو ونما کے لئے مرد وزن کے دائرہ کار کو الگ کیا، اور مخلوطیت کا قلع قمع کرتے ہوئے صنفی تعلقات کو قوانین وضوابط کے شکنجے میں کس کر اجتماعی ماحول کو شہوانی و جنسی تحریکات سے محفوظ کر دیا۔ صنفی انتشار کا سد باب کرنے کیلئے حدود کے قوانین نازل کر کے مرد وزن کو ایک پاکیزہ اور پرسکون ماحول فراہم کیا، تاکہ وہ تعمیر تمدن کے بھرپور مواقع سے فائدہ اٹھا سکیں۔ اس پرسکون، محفوظ ماحول کے لئے اللہ تعالی نے اخلاقی ضوابط کا نہ صرف مرد کو پابند کیا بلکہ عورت کے لئے بھی کچھ پابندیاں مقرر کیں ہیں۔ لہذا مسلمان عورت کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ معاشرتی تنظیم میں اپنا مثبت کردار ادا کرے، اور ان تمام اخلاقی ضوابط کا لحاظ کرے، اور اپنی حدود سے نہ بڑھے۔ اسلام اس کو پابند کرتا ہے کہ اس کی جائے پناہ گھر کی چاردیواری ہے لہذا اس کیلئے مستحسن ہے کہ وہ گھر کے اندر رہے اور بلاضرورت گھر سے نہ نکلے۔ چنانچہ ارشاد ہے:

وَقَرْنَ فِيْ بُيُوْتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُوْلٰى[3]

ترجمہ: اور اپنے گھروں میں ٹھہری رہو اور جس طرح پہلے جاہلیت کے دنوں میں زیب وزینت کی نمائش کی جاتی تھی اس طرح اظہار زینت نہ کرو۔

اسلام عورت کو تمدنی، معاشی اور سیاسی ذمہ داریوں سے آزاد کرتا ہے، اسی ضمن میں عورت پر نماز باجماعت فرض نہیں کی گئی ہے، اس کو جہاد، جنازہ اور دیگر تمدنی فرائض سے بھی روکا گیا ہے۔ اس کی عصمت کی حفاظت کے پیش نظر سفر کیلئے محرم کی شرط بھی لازمی رکھی گئی ہے اسلام مختلف معاملات اور فیصلوں کے اختیارات میں بھی عورت کو مرد کا پابند کرتا ہے۔ جیسے مرد کو نکاح کی اجازت دی گئی ہے لیکن عورت کے لئے ولی اور سرپرست کی اجازت کی شرط رکھی گئی ہے۔ اگرچہ اس کو شوہر کے انتخاب کا پورا حق دیا گیا ہے لیکن اس کو کلی طور پر آزاد نہیں چھوڑا گیا ہے کہ اپنی مرضی پر نکاح کا انعقاد کرتی پھرے اور اس کے لئے لازم قرار دیا گیا ہے کہ وہ خاندان کی عزت کا پاس رکھے اور خاندانی و معاشرتی فتنہ و فساد سے بچانے کے لئے اپنے سرپرست کی اطاعت کرے، اور اپنی عزت و عصمت کا تحفظ کرے۔ اسلام ایک ایسے پاکیزہ معاشرے

کا تصور دیتا ہے جہاں عزت و عصمت اور اعلی اخلاق و کردار کو بنیادی حیثیت دی جائے۔ عورت کی ہر رشتے میں تقدیس کی جائے، اس کی عزت و عفت کی پاسداری کی جائے۔ اسی ضمن میں اسلام نے ہمہ گیر اصول وضوابط کا انتظام کیا ہے۔ مرد و زن کو پابند کیا کہ وہ نظروں کی حفاظت کریں اور ساتھ ہی اپنے دلوں کو بھی برے خیالات سے پاک رکھیں۔ آنحضرت ﷺ نے مردوں کے لئے عورت کو آزمائش اور فتنہ قرار دیا ہے کیونکہ عورت ہی کی بنیاد پر معاشرے میں فواحش و منکرات فروغ پاتے ہیں۔ حضرت اسامہ بن زید سے مروی ہے کہ:

ما ترکت بعدی فتنة اضر علی الرجال من النساء[4]

ترجمہ: نہیں چھوڑا میں نے اپنے بعد لوگوں میں کوئی فتنہ ضرر پہنچانے والا مردوں کو عورتوں کے فتنہ سے بڑھ کر۔

اس حدیث کی رو سے عورتوں کو ان کی آزادی، بے راہروی اور خود مختاری کی ضمن میں فتنہ قرار دیا گیا ہے۔ عورتیں جب اپنے سرپرست، اولیاء اور نگران افراد کی ولایت سے بری الذمہ ہوتے ہوئے، خود مختاری اور سرکشی کی روش اختیار کرتی ہیں تو نہ صرف اپنے خاندان کے لئے بلکہ معاشرے کے لئے بھی بدترین فتنہ کا موجب ثابت ہوتی ہیں۔ جدید دور کے گمراہ کن فتنوں میں سے ایک فتنہ اسلام کے تصور ولایت کی نفی ہے۔ عورتوں کی اپنی اولیاء، اور سرپرستوں کی نگرانی سے فرار نہ صرف عورتوں کے مقام و مرتبہ کو مسخ کر رہا ہے بلکہ معاشرے میں بھی ایک بدترین فتنہ و فساد کا موجب بن رہا ہے۔ عورتوں کی سرکشی اور باغیانہ روش کی قرآن و حدیث میں مذمت کی گئی ہے اور اور اس کی خودسری اور ضد کو کسی طور پسندیدگی کی نظر سے نہیں دیکھا گیا ہے۔

اسلام کا تصور ولایت:

اسلام میں ولایت کا تصور نہایت کثیر المعانی الفاظ میں استعمال ہوا ہے۔ جیسے کہ ارشاد ہے:

هُنَالِكَ الْوَلَايَةُ لِلّٰهِ الْحَقِّ[5]۔ "یہاں (اسے معلوم ہوتا ہے) اختیار سچے اللہ کے لئے ہے"۔

نیز ارشاد ہے:

وَاللّٰهُ وَلِيُّ الْمُؤْمِنِيْنَ[6]۔ "اور اللہ مومنوں کا مددگار ہے"۔

نیز ارشاد ہے:

وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ[7]۔ "اللہ کے سوا کوئی تمہارا کوئی دوست اور مددگار نہیں"۔

نیز لفظ ولی ورثاء کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے۔ ارشاد ہے:

وَمَنْ قُتِلَ مَظْلُوْمًا فَقَدْ جَعَلْنَا لِوَلِيِّهٖ سُلْطٰنًا[8]۔ "اور جو ظلما قتل ہو جائے تحقیق ہم اس کے ولی کو اختیار عطا کرتے ہیں"۔

ولی حق دار کے مفہوم میں بھی استعمال ہوا ہے۔ ارشاد ہے:

اَلنَّبِيُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ[9]۔ "نبی ﷺ مومنوں سے ان کی جانوں سے زیادہ حقدار ہیں"۔

گویا ولی سے مراد وہ جس کے پاس اختیار ہو، اور وہ ساتھ میں محبت و مودت کا حامل ہو، مددگار ہو اور خیر خواہ ہو۔ قاموس القرآن کے مطابق:

"ولی جس کے معانی ہیں: دوست، محبوب، محب، عزیز، محافظ، مددگار، حاکم کے ہیں"[10]۔

تاج العروس کے مطابق ولی کا لفظ مختلف معانوں میں استعمال ہوا ہے۔ ان میں سے ایک یہ ہے: ولی المراۃ : الذی یلی عقد النکاح علیھا[11]۔ "ایسا آدمی جو عورت کے عقد نکاح کا ذمہ دار ہو"۔

اسلامی قانون شریعہ میں ولایت یا ولی کو بطور اصطلاح استعمال کیا جاتا ہے، ڈاکٹر وہبہ زحیلی ولایت کی تعریف میں لکھتے ہیں:

الولایۃھی تدبیر الکبیرالراشد شدءون القاصر الشخصیۃ والمالیۃ[12]

ترجمہ: 　بالغ عاقل آدمی کا اہلیت نہ رکھنے والے شخص کے شخصی اور مالی معاملات کا انتظام کرنا ولایت کہلاتا ہے۔

گویا ولی سے مراد وہ بالغ، سمجھدار سرپرست اور نگران ہے جو محبت اور مودت کا حامل ہو، اور اپنی ولایت میں آنے والے فرد کا مخلص حمایتی، مددگار اور خیر خواہ ہو۔ اسلامی تعلیمات کے مطابق ولی کی ذمہ نہ صرف زیر ولایت افراد کی پرورش اور تعلیم وتربیت کی ذمہ داری سونپی ہے بلکہ بلوغت پر نکاح کی ذمہ داری بھی عائد کی ہے۔ لہذا لازم ہے کہ وہ رشتہ کے انتخاب، لڑکی کی رائے، خاندانوں میں کفو، باہمی رویوں اور مزاج کا خیال رکھتے ہوئے اپنے تجربات ومشاہدات کی روشنی میں نکاح کا انعقاد کریں۔ اور پھر ان کو تاحیات اس عقد سے پیداشدہ اچھے برے معاملات کی دیکھ بھال بھی کرنی ہے، تاکہ آئندہ زندگی میں درپیش مسائل کو یہ افراد بخوبی سنبھال سکیں، اور معاشرے کا بہترین حصہ بن سکیں۔ لہذا قرآن مجید میں انہی سرپرستوں کی بابت یہ حکم دیا گیا ہے:

وَلَا تُنْكِحُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَتّٰى يُؤْمِنُوْا[13]

ترجمہ: 　اور اسی طرح مشرک مرد جب تک ایمان نہ لائیں مومن عورتوں کو ان کی زوجیت میں نہ دینا۔

اس آیت کی تفسیر میں امام قرطبی لکھتے ہیں: وفی ھذا الایۃ دلیل بانص علی ان لا نکاح الا بولی[14]

ترجمہ: 　اور اس آیت میں اس بات پر بطور نص دلیل ہے کہ نکاح صرف ولی کی اجازت کے ساتھ جائز ہے۔

امام ابن جریر طبری اس ضمن میں لکھتے ہیں: ان اولیاء المراۃ احق بتزویجھا من المراۃ[15]

ترجمہ: 　عورت کے اولیاء اس کے مقابلے میں اس کی شادی کرانے کے زیادہ حقدار ہیں۔

ان مفسرین کی آرا کے مطابق یہ بات صاف ظاہر ہے کہ ولی کی اجازت اور سرپرستی کے بغیر عورت کا نکاح جائز نہیں۔ نیز یہ ذمہ داری اولیاء کی ہے کہ وہ اپنے زیر ولایت افراد کے نکاح کا بندوبست کریں۔ اس ضمن میں ارشاد ہوتا ہے:

وَاَنْكِحُوا الْاَيَامٰى مِنْكُمْ[16]۔ "اور اپنی قوم کے بیوہ عورتوں کے نکاح کر دیا کرو"۔

یہ حکم اولیاء کو دیا جا رہا ہے، جو اس بات کے اہل ہیں کہ زیر ولایت افراد کا نکاح کر دیں۔ اس ضمن میں خیر خواہی، ایمانداری اور خلوص نیت کے ساتھ زیر کفالت افراد کے بارے میں فیصلہ کریں۔ نیز عورت کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ اپنے نکاح کے معاملات خود طے کرے یا اس ضمن میں آزادی کے ساتھ کوئی پیش رفت کرے، اس کے لئے اس بات کی اجازت نہیں ہے کہ وہ جب جس سے چاہے شادی کر لے بلکہ اس کے حق کو ولی کی سرپرستی اور اجازت کے ساتھ مربوط کیا گیا ہے۔ حضرت عائشہ سے روایت ہے:

ایما امراۃ نکحت بغیر اذن ولیھا فنکاحھا باطل فنکاحھا باطل نکاحھا باطل[17]

ترجمہ: جو عورت نکاح کرے اپنے ولی کی اجازت کے بغیر تو نکاح اس کا باطل ہے، نکاح اس کا باطل ہے، نکاح اس کا باطل ہے۔

ولی کا مقام مرد کے ہی سپرد کیا گیا ہے، کوئی عورت کسی دوسری عورت کی ولی نہیں قرار پا سکتی چاہے وہ کتنی ہی قریبی رشتہ دار ہی کیوں نہ ہو۔ حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ حضور مصطفیٰ ﷺ نے فرمایا:

لا تزوج المراۃ المراۃ، ولا تزوج المراۃ نفسھا، فان الزانیہ ھی التی تزوج نفسھا[18]

ترجمہ: کوئی عورت کسی دوسری عورت کا نکاح نہ کرے اور نہ کوئی عورت خود اپنا نکاح کرے بدکار عورت ہی اپنا نکاح خود کرتی ہے۔

عورت کو خود نکاح کی اجازت اس صورت میں ہے کہ اگر وہ شوہر دیدہ ہو، جیسا کہ حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: الثیب احق بنفسھا من ولیھا[19]۔ "بیوہ اپنے ولی کی نسبت اپنے نفس کی زیادہ حق دار ہے"۔

اسلام امن و سلامتی کا مذہب ہے اور وہ کسی حال میں بھی ظلم کو برداشت نہیں کر سکتا، لہذو ولی کے اختیارات کو بھی ایک حد تک لاگو کیا ہے، سب سے اہم لڑکی کی اجازت اور پسندیدگی ہے، زبردستی کے نکاح کی اسلام میں کوئی گنجائش نہیں۔ حضرت عبد اللہ بن عباس سے روایت ہے: ان جاریۃ بکرا اتت النبی ﷺ فذکرت لہ ان اباھا زوجھا وھی کارھۃ، فخیرھا النبی ﷺ[20]

ترجمہ: ایک کنواری لڑکی نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور بتایا کہ اس کہ والد نے اس کا نکاح کر دیا ہے جب کہ وہ اس رشتے سے ناخوش ہے نبی ﷺ نے اسے (نکاح قائم رکھنے یا نہ رکھنے کا) اختیار دے دیا۔

ولایت خیر خواہی، حمایت اور حفاظت کا نام ہے، اسلام کے نظریہ کے مطابق یہ زیر کفالت افراد کے معاملات کی سربراہی اور نگرانی کی ذمہ داری ہے۔ یہ شخصی ملکیت اور غلامی کا نام نہیں ہے جو زمانہ قدیم سے دنیا میں مروج تھا، کہ اولاد بالخصوص لڑکیوں کو لوگ اپنی ملکیت تصور کرتے ہوئے ان کے سیاہ و سفید کے خود ساختہ مالک تھے اور ان کے معاملہ میں ہر طرح کے فیصلے کے لئے خود مختار تھے۔ اسلام نے ولایت کو ایک ذمہ داری قرار دیا، جس کے بارے میں پوچھ گچھ ہو گی اور ساتھ ہی ولایت کی شرائط بھی کھول کر بیان فرمائیں۔ اسلام نے ولایت کے تصور کی وضاحت خلوص نیت سے حمایت، مددگاری اور معاملات کی نگرانی سے کی، نہ کہ مالکانہ تصرف سے کی۔ گویا ولایت ایک اہلیت ہے جس کی رو سے ولی کو یہ ذمہ داری نہایت خلوص اور ایمانداری اور خیر خواہی سے اٹھانی ہے، اور اس ضمن میں اس کو اپنے مفادات مد نظر نہیں رکھنے ہیں، ورنہ وہ ظلم کا ارتکاب کرے گا اور اسلامی شریعت کی رو سے اس کا یہ حق ساقط ہو جائے گا۔ نعیم صدیقی اولیا کی مفاد پرستی کے بارے میں لکھتے ہیں کہ: "والدین اور اولیا کی اپنی بے شمار مصلحتیں ہوتی ہیں۔ کہیں بڑوں کے دیرینہ حسن تعلقات کا تقاضا سامنے ہوتا ہے، کہیں کسی زمین کا لین دین اٹکا ہوا ہوتا ہے۔ کہیں کوئی بھاری قرض لیا ہوا ہوتا ہے یا لینا ہوتا ہے، کہیں کسی عزیز کو نوکری دلوانے کی راہ نکلوانی ہوتی ہے، کہیں کاروباری مفاد سامنے ہوتا ہے، کہیں سیاسی تقاضے دباؤ ڈالتے ہیں۔ مگر یہ سارے معاملات بڑوں کے اپنے معاملات ہیں۔ جن کی وجہ سے اولاد کی شادی کے معاملے میں نہ دلی میلان کی پرواکی جاتی ہے نہ ان میں تعلیمی ہم مرتبگی کو دیکھا جاتا ہے۔ نہ ان کی عمروں کے تفاوت کا کوئی احساس ہوتا ہے، اور نہ ان کی شکل وصورت اور عادات کے بین فرق پر نظر جاتی ہے"۔[21]

ظاہری بات ہے کہ جن رشتوں کی بنیاد خیر کواہی کے بجائے مفاد پرستی پر رکھی جائے وہ کبھی بھی پنپ نہیں سکتے اور آنے والی عائلی زندگی میں بے شمار مسائل کا سب بنتے ہیں۔ ایسی صورت میں بھی عورت کے لئے لازم ہے وہ خود سے اپنے صنفی معاملات کی پیش رفت نہ کرے بلکہ قاضی وقت کو اپنا ولی مقرر کرے جو اس کی ولایت کی ذمہ داری نبھا سکے۔ حضرت عائشہ روایت کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

فان اشتجروا فالسلطان ولی من لا ولی له[22]

ترجمہ: اگر ان (سرپرستوں) میں باہم اختلاف ہو جائے تو جس کا کوئی ولی (سرپرست) نہ ہو، بادشاہ اسکا ولی (سرپرست) ہے۔

یہاں ولی کی اہمیت صاف ظاہر ہے کہ عورت کسی صورت میں بھی ولی کی سرپرستی سے بے نیاز نہیں ہو سکتی، قریبی ولی کے اختلاف کی بنا پر یا قریبی ولی کی عدم موجودگی پر وہ حاکم وقت کو ہی اپنا ولی بنائے گی۔ جیسے نجاشی حضرت ام حبیبہؓ کے آنحضرت مصطفی ﷺ کے ساتھ نکاح کے موقع پر قریبی ولی اور سرپرست کی عدم موجودگی پر ان کا ولی بنا تھا۔ اگر اسلام کے اصول ولایت کی مصلحتوں کو مد نظر رکھا جائے، تو یہ بات صاف ظاہر ہے کہ اسلام در حقیقت عورت کی فطری شرم وحیا کی بنا پر، اور معاشرے میں پاکیزہ ماحول پیدا کرنے کے لئے، اس بات کو غیر اخلاقی تصور کرتا ہے کہ عورت اپنے جنسی معاملات میں خود کوئی پیش رفت کرے بلکہ وہ اس کے لئے مستحسن قرار دیتا ہے کہ اس کے یہ معاملات اس کے سرپرست مرد طے کریں۔ اس ضمن میں شاہ ولی اللہ لکھتے ہیں: "یاد رکھو! عقد کے بارے میں عورتوں کو ان کی عقل اور سمجھ کی کمی کی وجہ سے پورے اختیار دے دینا قرین مصلحت وثواب نہیں۔ اکثر اوقات وہ فائدہ ونقصان سمجھنے سے قاصر رہتی ہیں اور خاندانی شرافت کا بہت کم لحاظ کرتی ہیں۔ غیر کفو کو اپنا شریک حیات پسند کر لیتی ہیں جس کی وجہ سے ان کی قوم پر ننگ وعار عائد ہوتا ہے۔ اس خرابی کو روکنے کے لئے ضروری ہے کہ ان کے اولیاء وسرپرست بھی عقد نکاح کے اختیارات میں ان کے ساتھ شریک ہوں۔۔۔۔ انعقاد نکاح کے لئے ولی کو شرط قرار دینے میں اس کی عزت افزائی ہے کیونکہ عورتوں کا مطلق العنان ہو کر خود نکاح کر لینا ایک طرح کی بے حیائی ہے۔ اس میں ان کے اولیاء اور سرپرستوں کی کسر شان اور عورتوں کی خود درائی کا مظاہرہ ہے۔ ایک وجہ اور بھی ہے کہ تشہیر نکاح کے ذریعے سے نکاح کو سفاح سے ممتاز کرنا بھی ضروری ہے اور وہ تشہیر ہی کیا ہوئی جس میں عورت کا اپنا ولی مجلس نکاح میں حاضر نہ ہو"۔[23]

شریعت اسلامیہ نے عقد عورت کے معاملے میں ولی اور عورت دونوں کی رضامندی کو لازم وملزوم قرار دیا ہے۔ عورت کو پسندیدگی کی اجازت حاصل ہے، لیکن اس بات کی قطعی اجازت نہیں کہ وہ چوری چھپے آشنائیاں اور معاشقے کرتی پھرے اور اپنی اور خاندان کی عزت کو داؤ پر لگائے۔ نکاح کی اصل مصلحت اخلاق اور عفت وعصمت کی حفاظت ہے، اور پاکدامنی کا حصول ہے۔ ارشاد باری تعالی ہے:

فَانْكِحوْهُنَّ بِاِذْنِ اَهْلِهِنَّ وَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنّ بِالْمَعْرُوْفِ مُحْصَنٰت غَيْرَ مُسٰفِحٰتٍ وَّلَا مُتَّخِذٰتِ اَخْدَانٍ[24]

ترجمہ: پھر ان لونڈیوں کے ساتھ ان کے مالکوں کی اجازت حاصل کر کے نکاح کر لو اور دستور کے مطابق ان کے مہر ادا کر دو بشرطیکہ وہ پاک دامن ہوں نہ ایسی کہ کھلم کھلا بدکاری کریں اور نہ درپردہ دوستی کرنا چاہیں۔

اس مقصد کیلئے صرف عورت کی پاکدامنی کا تقاضا نہیں کیا گیا ہے بلکہ مردوں سے بھی یہی مطالبہ کیا گیا ہے۔ جیسا کہ ارشاد ہے:

وَاُحِلَّ لَكُمْ مَّاوَرَآءَ ذٰلِكُمْ اَنْ تَبْتَغُوْا بِاَمْوَالِكُمْ مُّحْصِنِيْنَ غَيْرَ مُسٰفِحِيْنَ فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهٖ مِنْهُنَّ فَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ فَرِيْضَةً[25]

ترجمہ: اور ان محرمات کے سوا دوسری عورتیں تم کو حلال ہیں اس طرح سے کہ مال خرچ کر کے ان سے نکاح کر لو بشر طیکہ نکاح سے مقصود عفت قائم رکھنا ہو نہ کہ شہوت پرستی۔

نکاح محض بشری ضرورت نہیں ہے بلکہ یہ ایک شرعی اَور اخلاقی فرض اَور ضرورت بھی ہے۔ اِسلام نے بقائے نسل کیلئے مرد و زن کے ملاپ کو ناگزیر قرار دیا ہے۔ اِس ضمن میں اِسلام دونوں صنفوں کو ایک ایسے ضابطے کا پابند کرتا ہے جو اخلاقیات کو فحش اَور برے کاموں سے بچائے۔ اَور اِنسانی سماج کو فساد واِنتشار، آلودگی، جنسی انار کی وہیجان سے محفوظ رکھے۔ اِسی لیے اِسلام نکاح کے علاوہ مرد وعورت کے باہمی تعلق کی ہر صورت کو حرام قرار دیتا ہے۔ نکاح نفس اَور اخلاق کی حفاظت کی تعمیر کے لیے قائم کیے جانے والا وہ مضبوط قلعہ ہے جو صنفین کی عزت و عصمت واخلاق کی حفاظت کرتا ہے۔ اِس کے مقابلے میں آزاد شہوت رانی کے لیے قرآن مجید سفاح کا لفظ استعمال کرتا ہے، جو ایک پاکباز اِنسان کے لیے نفرت، کراہیت اَور گھن کا سبب بنتا ہے مولانا مودودی قانون ازدواج کے مقاصد کی ضمن میں لکھتے ہیں: اِن تمام احکامات وہدایات سے شریعت کا منشا یہ ہے کہ صنفی اِنتشار کے تمام دروازے مسدود کیے جائیں، زوجی تعلقات کو دائرہ ازدواج کے اندر محدود کیا جائے، اِس دائرہ کے باہر جس حد تک ممکن ہو کسی قسم کی صنفی تحریکات نہ ہوں اَور جو تحریکات خود طبیعت کے اقتضا یا اِتفاقی حوادث سے پیدا ہوں اُن کی تسکین کے لیے ایک مرکز بنادیا جائے۔ عورت کے لیے اُس کا شوہر اَور مرد کے لیے اُس کی بیوی۔ تا کہ اِنسان تمام غیر طبعی اَور خود ساختہ ہیجانات اَور اِنتشارِ عمل سے بچ کر اپنی مجتمع قوت conservated energy کے ساتھ نظامِ تمدن کی خدمت کرے اَور وہ صنفی محبت اَور کشش کا مادّہ جو اللہ تعالیٰ نے اِس کارخانہ کو چلانے کے لیے ہر مرد وعورت میں پیدا کیا ہے، وہ تمام تر ایک خاندان کی تخلیق اَور اُس کے استحکام میں صرف ہو"۔[26]

اسلام کے اصول ولایت کے بر خلاف جب لڑکی اپنے والدین، خاندان، رشتہ دار اور معاشرتی ومذہبی بندشوں سے بے نیاز ہو کر خود غرضی، لالچ، نفسانیت اور مفاد پرستی کی بنیاد پر نئی زندگی میں قدم رکھے گی تو وہ زندگی کیونکر کامیاب ہو سکتی ہے۔ آنے والی زندگی میں درپیش مسائل کے حل کے لئے جب خاندان کے بالغ نظر، دوراندیش بزرگوں کے خیر خواہانہ مشوروں اور راہنمائی کا فقدان ہو گا تو، تو وہ زندگی کیونکر پر سکون ہو سکتی ہے۔ جب کہ خاندان اور بزرگوں کی مخلص دعاؤں اور راہنمائی ہی کی بدولت ازدواجی زندگی میں آنے والی بہت سی مشکلات کو نہایت خوش اسلوبی سے حل کیا جا سکتا ہے۔ ورنہ یہی مشکلات کبھی نہ حل ہونے والے مسائل کا روپ دھار کر ازدواجی زندگی کی ناکامی کا سبب بنتی ہیں۔ اس بارے میں محمد اسلم زاہد لکھتے ہیں: "اگر محبت کو شادی کی بنیاد بنائیں گے تو بہت کمزور بنیاد ہو گی۔ شادی سے پہلے تو محبت عروج پر چلی جاتی ہے لیکن جو توقعات وہ ایک دوسرے سے لگاتے ہیں وہ پوری نہیں ہوتی ہیں۔ صرف شادی کے لئے ایک دوسرے کی غلطیوں اور کوتاہیوں کو نظر انداز کر دیا جاتا ہے۔ مگر جب شادی کے بعد جذبات کا بہاؤ کم ہو جاتا ہے اور کندھوں پر ذمہ داریوں کا بوجھ آن پڑتا ہے تو ایک دوسرے کی وہی غلطیاں اور کوتاہیاں جن کو پہلے نظر انداز کر دیا جاتا ہے وہ بعد میں ناقابل برداشت ہو جاتی ہیں۔ پھر بات بڑھتے بڑھتے نوبت طلاق تک پہنچ جاتی ہے۔ مرضی کی شادی میں یہ جوڑا اکثر و بیشتر خاندان سے کٹ جاتا ہے"[27]۔ امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف کے ایک قول کے مطابق عاقلہ بالغہ کا نکاح بغیر ولی منعقد ہو جاتا ہے جبکہ امام محمد اور امام ابو یوسف کے ایک قول کے مطابق ولایت شرکت ثابت ہے۔ عاقلہ بالغہ سے رائے لینا بالاتفاق مستحب ہے۔ عاقلہ بالغہ عورت، غیر کفو میں نکاح کرے تو امام ابو حنیفہ کے نزد اولیاء کو عدالت کے ذریعہ فسخ نکاح کا حق حاصل ہوتا

ہے۔ مہر مثل سے کم پر نکاح کرے تو امام ابو حنیفہ کے نزدیک اولیاء کو اعتراض کا حق حاصل ہے یہاں تک کہ مہر مثل کی تکمیل ہو یا ان کے مابین تفریق کرادی جائے گی[28]۔

یہ ایک حقیقت ہے لڑکی کے پس پشت اس کا خاندان اس کی طاقت ہوتا ہے اور سسرال میں اس کی عزت و حیثیت میں اضافہ کا سبب بنتا ہے اور اس کے لئے مشکل حالات میں ایک ڈھال بھی ثابت ہوتا ہے، بصورت دیگر عورت تنہارہ جاتی ہے اور شوہر اور سسرال والوں کے لئے ایک آسان ہدف بن جاتی ہے اور اپنے اوپر کی گئی ناروا کوششوں کے سدباب کے لئے کوئی راستہ اور راہنمائی نہیں حاصل کر پاتی۔ عموماپسند اور فرار کی شادیوں میں لڑکیاں حالات سے سمجھوتا کرتے ہوئے ظلم و ستم اور ناروا سلوک کو برداشت کرتی رہتی ہیں یا پھر خود مختاری کی علمبردار بنتے ہوئے خلع اور طلاق جیسے اعمال کی زد میں آجاتی ہیں۔ بعض مرتبہ بہت سے معمولی نزاعات و اختلافات خلع اور طلاق کا سبب بنتے ہیں، جو کہ خاندان کے بڑے اور بزرگوں کی راہنمائی میں حل طلب ہو سکتے تھے۔

موجودہ دور میں تصور ولایت کے خاتمے میں میڈیا کی شتر بے مہار یلغار کا اثر ہے کہ مغربی دنیا کی طرح اب مسلم امہ بھی اسلامی اقدار سے عاری ہو رہی ہے۔ مغربی طرز معاشرت کی پیروی میں مسلم خواتین میں شرعی پردہ کا اہتمام تیزی سے ختم ہو رہا ہے۔ اسلامی شرم و حیا عنقا ہو رہی ہے۔ زندگی کے ہر شعبے میں مرد وزن کا اختلاط عام ہو رہا ہے۔ مخلوط تعلیمی ادارے، ہسپتال، تفریح گاہیں، اونچے درجے کے ریسٹورنٹ و کلب وغیرہ تو اب یورپی معاشرے کا منظر پیش کرتے ہیں۔ ہم اپنے ملک اور معاشرے کو دیکھیں تو میڈیا کی وجہ سے طرز معاشرت پر اسکے نمایاں اثرات دیکھے جاسکتے ہیں گھریلو خواتین میں فیشن کو فروغ حاصل ہوا اور انہوں نے میڈیا پر دکھائے جانے والے اداکاراؤں، اور ماڈلز کی نقل میں خود کو ویسا ہی ڈھالنے کی کوشش کی ہیں اور اپنے لباس میں تبدیلی پیدا کی ہے۔ مرد وزن کا اختلاط، عورتوں کی بے پردگی، ٹیلی میڈیا میں کام کرنے والے مرد و خواتین بھی شہوتوں کی کثرت کو فروغ دینے میں معاون بن رہے ہیں۔ ذرائع ابلاغ نے مساوات مرد وزن کے نعرے میں عورت کو گھر سے نکالا اور بازاروں کی زینت بنادیا۔ آزادی نسواں کے نام پر اس پر مشقت کا بوجھ لادیا اور معاشی چوراہوں پر بکاؤ مال بنا کر چھوڑ دیا۔ ذرائع ابلاغ نے عورت کو بطور اداکارہ گلوکارہ، اور ماڈل پیش کر کے اس کا استحصال کیا، کسی بھی اشتہار کو دیکھ لیں عورت اس کا لازمی جز ہو گی گویا عورت کے بغیر اشتہار ہو ہی نہیں سکتا[29]۔ جب اتنی آزادی بالفاظ دیگر بے شرمی و بے حیائی ہو گی تو کیا خاک تصور ولایت بر قرار رہے گا؟

حاصل کلام:

شریعت اسلامی میں انسان کے صنفی میلانات کو شرعی قوانین کے ضابطہ میں جکڑ کر اس کو ذہنی و اخلاقی انحطاط سے نجات دلائی گئی ہے۔ عورت کے لئے ولایت نکاح کی شرط بھی انہی قوانین کا ایک حصہ ہے، جس پر عمل درآمد کرنے سے عورت ہی کی فلاح و کامیابی ہے۔ ان شرعی قوانین اور بندشوں سے فرار نہ صرف تمدنی بگاڑ کا سبب بنتا ہے بلکہ عورت کے لئے بھی سراسر خسارے اور نقصان کا سودا ہوتا ہے۔ لہذا ضروری ہے کہ عورت اس ضمن میں احکام شریعت کی پابندی کرتے ہوئے ان تمام اعمال سے گریز کرے جن کے کرنے سے اس کی اور اس کے خاندان کی عزت و آبرو پر آنچ آئے۔ نیز ان تمام افعال سے بھی بچے جن سے اس کا انفرادی تشخص مسخ ہو۔ بحیثیت بیٹی اس کی ذمہ داری ہے کہ وہ شادی بیاہ کے معاملات میں اپنے ولی کی ولایت قبول کرے اپنے تہذیبی و خاندانی اقدار کی پاسداری کرتے ہوئے اپنے تشخص اور ناموس و

عزت کی حفاظت کرے۔ والدین کے لئے بھی لازم ہے کہ وہ اپنے بچوں کی تربیت میں اسلامی تہذیب وتمدن کا خیال رکھیں اور ابتدائی عمر سے ہی ان کو اسلامی قوانین وشریعت سے روشناس کرائیں تاکہ آئندہ زندگی میں بھی وہ اسلامی تشخص کی پاسداری کریں اور اسلام منافی اعمال سے گریز کریں۔ معاشرتی بے راہ روی کے خاتمے کیلئے ضروری ہے کہ ریاستی کوششوں سے اجتماعی طور پر ان ذرائع واسباب کا خاتمہ کیا جائے جو معاشرہ میں صنفی وجنسی تحریک وانتشار کا باعث ہیں۔ ذرائع ابلاغ کی جانچ پڑتال کی جائے اور معاشرتی بے راہ روی پھیلانے کے ذرائع پر پابندی لگائی جائے۔ مخلوطیت کے خاتمے کے لئے خاطر خواہ انتظامات کئے جائیں اور ایک محفوظ، پر سکون معاشرے کے قیام کے لئے اقدامات کئے جائیں۔

حوالہ جات

---

[1] اصلاحی، مولانا صدر الدین، اسلام میں نکاح کے قوانین، لاہور، اسلامک پبلی کیشنز، 1993، ص101

[2]Khan, Muhammad Majid, and Prof. Dr. Muhammad Idrees Lodhi. 2021. "URDU: معاشرتی امن وامان عصر حاضر کی اولین ضرورت (پہلی صدی ہجری کی مسلم خواتین کے عملی کردار کے تناظر میں): Social Peace and Reform, the Foremost Contemporary Need (In the Context of Muslim women's Role of 1st Century Hijri)". *Rahatulquloob* 5 (1), P. 70. https://doi.org/10.51411/rahat.5.1.2021/280.

[3] الاحزاب33:33

[4] ترمذی، امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ، جامع ترمذی، فاروقی کتب خانہ، ملتان، س ن، ج2، ص102

[5] الکہف:44

[6] ال عمران3:68

[7] البقرہ2:107

[8] الاسراء:33

[9] الاحزاب33:6

[10] میرٹھی، قاضی زین العابدین سجاد، قاموس القرآن، دارالشاعت، کراچی، 2011، ص642

[11] زبیدی، سید محمد مرتضی حسین، تاج العروس، دارلفکر، بیروت، ج20، ص315

[12] وہبہ زحیلی، الفقه الاسلامی، مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ، ج10، ص7327

[13] البقرۃ2:221

[14] قرطبی، محمد بن احمد اندلسی، الجامع الاحکام القرآن، مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ، ج3، ص68

[15] طبری، امام ابن جریر، جامع البیان فی تفسیر القرآن، ج3، ص49

[16] ترمذی، جامع ترمذی، ج1، ص130

[17] النور:۳۲

[18] ابن ماجه، امام ابو عبد الله محمد بن یزید، سنن ابن ماجه، قدیمی کتب خانہ، کراچی، ص135

[19] قیشری، امام مسلم بن الحجاج، صحیح مسلم، قدیمی کتب خانہ، کراچی، ج1، ص455

[20] ابن ماجہ، محولہ بالا، باب من زوج ابنتہ وھی کارھۃ، ص431

[21] نعیم صدیقی، عورت معرض کشمکش میں، ادارہ معارف اسلامی، لاہور، 1993، ص149-150

[22] ابن ماجہ، ص135

[23] شاہ ولی اللہ، حجۃ البالغہ: مترجم: مولانا عبدالرحیم، الفیصل ناشران و تاجران کتب، لاہور، 2003ء ص409

[24] النساء4:25

[25] النساء5:24

[26] مودودی، سیّد ابوالاعلیٰ، پردہ، اسلامک پبلی کیشنز، لاہور، 2012، ص189

[27] محمد اسلم زاہد، حافظ، تحفہ برائے دلہن، شرکت الامتیاز، لاہور، 2005، ص116

[28]Dr. Muhammad Arshad, Dr. Naseem Mehmood, and Dr. Muhammad Khubaib. 2020. "بالغ کے نکاح میں ولایت کا کردار: فقہی مذاہب اور موجودہ قوانین کا تقابلی جائزہ : Role of Guardianship in the Marriage of Adults (A Comparative Study of Islamic Jurisprudence School of Thought and Prevailing Laws)". *Rahatulquloob* 4 (1), P137. https://doi.org/10.51411/rahat.4.1.2020.113.

[29]Farzana Shaheen, and Dr. Syed Bacha Agha. 2017. "ذرائع ابلاغ کے معاشرے پر منفی اثرات: Negative Effects of Media on Society". *Rahatulquloob* 1 (2), P74. https://doi.org/10.51411/rahat.1.2.2017.15.